4

بعض حکّام کے افسوسناک رویہ پر صبر اور دعاؤں سے کام لو

(فرمودہ 7 فروری 1941ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"مجھے کھانا کھانے کے بعد چونکہ شدید متلی کی تکلیف ہو گئی ہے اس لئے میں زیادہ دیر تک نہیں بول سکتا لیکن موقع اور اہمیت کے لحاظ سے مَیں ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک اہم امر کی طرف جماعت کو توجہ دلا دوں او ر وہ یہ ہے کہ گزشتہ چند ہفتوں سے حکام کا رویہ پھر کچھ ایسا ہو رہا ہے جو اس نیت پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کو بدنام کرنا چاہتے ہیں یا اسے بلا وجہ دِق کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی تک مَیں اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا کہ اس کی اصل ذمہ داری کس حاکم پر عائد ہوتی ہے لیکن بہر حال سکھوں کے دیوان کے بعد سے لے کر اب تک باوجود اس بات کو تسلیم کرنے کے کہ جماعت احمدیہ کا نمونہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا اور تحریری طور پر اس کا اظہار کرنے کے عملی کارروائی یہی ہو رہی ہے کہ مختلف مواقع پیدا کر کے جماعت احمدیہ کو دِق کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گو میں نہیں سمجھ سکا کہ اگر اس حالت کا موجب کوئی انگریز ہے تو انگریز قوم جو اتنی ہوشیار ہے اور جو اس بات کو سمجھتی ہے کہ ایامِ جنگ میں کسی قسم کا فتنہ پیدا کرنا بِالخصوص ایسی جنگ کے دنوں میں جس میں خود انگلستان کی ہستی معرضِ خطر میں ہے کوئی دانائی کی بات

نہیں ہو سکتی۔وہ کس طرح اس قسم کی فتنہ انگیزی کو جائز سمجھ رہی ہے؟ اس قسم کا فعل کسی قوم کا فرد اُس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک وہ اپنی قوم کا دشمن نہ ہو یا حد درجہ احمق اور بیوقوف نہ ہو لیکن چونکہ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی ذمہ داری ہندوستانیوں پر ہے یا انگریزوں پر ہے یا کسی اور پر ہے۔اس لئے باوجود اس بات کو نہایت ہی ناپسند کرنے کے میں اس کے متعلق کسی قسم کے خیالات کا اظہار کرنا نہیں چاہتا لیکن مَیں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ واقعات ہر ایک کو نظر آ رہے ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ میرے سامنے ہیں بلکہ جماعت کے دوستوں نے بھی ان واقعات کو دیکھا ہے۔مثلاً یہ کوئی پوشیدہ بات نہ تھی کہ سکھوں کا یہاں دیوان ہؤا اور وہ تلواریں اور کلہاڑے ہلاتے ہوئے ہماری گلیوں میں سے گزرے۔آخر ایک مذہبی دیوان کے ساتھ اس قسم کے پروسیشن(PROSESSION) کا کیا تعلق ہو سکتا تھا جس میں وہ نیزے، تلواریں اورکلہاڑے لے کر نکلتے اور جب وہ تلواریں اور کلہاڑے لے کر نکلے اور انہیں ہلاتے ہوئے ہماری گلیوں میں سے گزرے تو اس کے سوائے اس کے اور کیا معنے تھے کہ وہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ ہم تلواروں اور کلہاڑوں سے لڑنے کے لئے تیار ہیں اگر آنا ہے تو آ جاؤ۔گویا یہ ایک خاموش اشتعال انگیزی تھی۔مگر ہماری جماعت نے صبر کیا اور اس نے سکھوں کے اس رویہ کے باوجود اپنے جذبات کو قابو میں رکھا۔لیکن اب جبکہ خدام الاحمدیہ کا جلسہ ہؤا اور اس میں اتفاقی طور پر بعض لوگ کلہاڑیاں لے کر آ گئے تو باوجود اس کے کہ خدام الاحمدیہ نے اس قسم کا کوئی پروسیشن نہیں نکالا تھا جس قسم کا سکھوں نے نکالا۔حکام نے یہ نوٹس دے دیا کہ اس جلسہ میں بعض لوگ کلہاڑے لے کر آئے ہیں جو امن عامہ کے منافی ہے اسے روکا جائے۔گویا اس وقت حکومت کے دو قانون جاری ہیں۔ایک قانون

وہ ہے جو سکھوں کے لئے ہے اور دوسرا قانون وہ ہے جو احمدیوں کے لئے ہے۔ سکھوں کے متعلق تو یہ قانون ہے کہ وہ ڈپٹی کمشنر، سپرنٹنڈنٹ پولیس، ریذیڈنٹ مجسٹریٹ اور پولیس کی ایک بہت بڑی جمعیت کے سامنے احمدیوں کے محلوں میں سے کلہاڑیاں اور تلواریں ہلاتے ہوئے جلوس کی صورت میں گزریں تو یہ بالکل جائز اور درست ہے لیکن احمدیوں کے لئے یہ قانون ہے کہ وہ اس قسم کا پروسیشن نکالیں یا نہ نکالیں اگر ان میں سے کچھ لوگ عادتاً جیسا کہ زمینداروں کی عام طور پر عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ میں سونٹا یا کلہاڑی وغیرہ رکھتے ہیں۔ ایسے طور پر نہیں کہ کسی کو اشتعال دلانا مقصود ہو یا گلیوں میں سے وہ کلہاڑیوں کو ہلاتے ہوئے گزریں، کسی جگہ جائیں تو ان کے لئے یہ بات ناجائز ہے۔ جس کے معنے سوائے اس کے کچھ نہیں کہ بعض حکام کی ذہنیت یہ ہے کہ جو طاقتور ہو اس کے آگے جھک جاؤ اور جو کمزور ہو اس کو دباؤ۔ احمدی چونکہ تھوڑے ہیں اس لئے ان کے لئے اَور قانون ہے لیکن سکھ چونکہ زیادہ ہیں اور ان کے متعلق گورنمنٹ کو یہ خطرہ ہے کہ اگر ان سے مقابلہ کیا تو بھرتی بند ہو جائے گی اور ملک میں اشتعال پیدا ہو جائے گا اس لئے ان کے لئے اور قانون ہے۔

میری غرض ان واقعات کو خطبہ میں بیان کرنے سے یہ ہے کہ اس قسم کے حالات کو دیکھ کر بسااوقات جماعتوں میں بے چینی اور بے اطمینانی پیدا ہو جاتی ہے۔ مَیں نے کل خدام الاحمدیہ کو اسی لئے مخفی طور پر اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ صبر سے کام لو اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھو۔ کچھ مواقع اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی نادان نادانی بھی کرے تو انسان کو صبر سے کام لینا پڑتا ہے۔ یہ زمانہ جس میں سے ہم گزر رہے ہیں ایسا نازک ہے کہ خواہ ہندوستانی حماقت کریں یا انگریز کسی بیوقوفی کا ارتکاب کریں ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اس قسم

کی انگیخت اور شرارت پر صبر کرتے ہوئے اپنے نفس کو دبائے اور جذبات کو بے قابو نہ ہونے دے۔ آج ہندوستان کے لئے زندگی اور موت کا سوال درپیش ہے اور ہمارے ملک کی قسمت انگلستان سے اس طرح وابستہ ہو چکی ہے کہ جب تک یہ دونوں جہاز الگ الگ نہ ہو جائیں اور جب تک یہ دونوں حکومتیں علیحدہ علیحدہ نہ ہو جائیں اُس وقت تک انگلستان کو جو نقصان پہنچے گا اس سے بہت زیادہ سخت نقصان ہندوستان کو پہنچے گا۔ پس بنی نوع انسان کی خیر خواہی اور ملک کی محبت اسی میں ہے کہ ہم اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں اور سب سے مقدم اس امر کو سمجھیں کہ جو شخص فوج میں بھرتی ہو سکتا ہے وہ فوج میں بھرتی ہو جائے، جو مالی مدد دے سکتا ہے وہ مالی مدد دے اور جو کچھ بھی نہیں کر سکتا وہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس فتنہ سے ہم سب کو بچائے اور ہمارے طفیل انگلستان کو بھی محفوظ رکھے۔ پس ان عارضی باتوں پر جوش میں آ جانا عقلمندی کے خلاف ہے۔ بیشک مجھے ان باتوں کی وجہ سے شکوہ ہے اور بے شک تمہارے دل میں بھی غصہ پیدا ہوتا ہو گا مگر غصہ نکالنے کا موقع وہ ہو گا جب جنگ ختم ہو جائے گی۔ اس وقت تمہارا کام یہی ہے کہ تم اپنے جذبات کو دبا کر صرف اس امر کی طرف متوجہ رہو کہ یہ عظیم الشان تباہی جو جنگ کی صورت میں آ رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بچائے اور انگلستان کو بھی محفوظ رکھے۔

یاد رکھو ہماری اور ان بے وفا حکام کی مثال ان دو عورتوں کی سی ہے جو ایک ہی خاوند کی بیویاں تھیں اور دونوں کے پاس ایک ایک لڑکا تھا۔ خاوند کچھ عرصہ کے لئے باہر چلا گیا تو وہ دونوں اپنے اپنے رشتہ داروں کو ملنے کے لئے گئیں جب وہ واپس آ رہی تھیں تو راستہ میں ان میں سے ایک کا لڑکا بھیڑیا کھا گیا جس کے لڑکے کو بھیڑیا کھا گیا تھا اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جب خاوند واپس آیا تو جس کے پاس بیٹا دیکھے گا اس کی طرف زیادہ توجہ کرے گا اور جس کے پاس بیٹا نہیں ہو گا اس کی طرف کم توجہ کرے گا۔ معلوم ہوتا ہے وہ خاوند ایسے وقت میں باہر چلا گیا تھا جب وہ بچے بہت ہی چھوٹے تھے اور اسے خیال تھا کہ جب وہ واپس آیا تو

اسے یہ یاد ہی نہیں رہے گا کہ یہ کس بیوی کا بچہ ہے۔ چنانچہ اس نے جھٹ دوسری عورت کا لڑکا اٹھا لیا اور کہنے لگی کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے بیٹے کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ وہ کہنے لگی یہ تمہارا نہیں میرا بیٹا ہے۔ اس پر تکرار بڑھ گئی اور دونوں گتھم گتھا ہو گئیں۔ قریب ہی یروشلم تھا جب ان کی لڑائی بہت بڑھ گئی تو انہوں نے یروشلم میں آ کر قضاء میں دعویٰ دائر کر دیا۔ ایک نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اوردوسری نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور دونوں اس پر قسمیں کھاتی تھیں۔ گواہ کوئی تھا نہیں کہ پتہ لگے کہ یہ لڑکا واقع میں کس کا ہے۔ آخر یہ معاملہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے چاہا کہ کوئی گواہی مل جائے مگر کوئی گواہی نہ ملی اور ان عورتوں کی یہ حالت تھی کہ دونوں اس بات پر قسمیں کھاتی تھیں کہ لڑکا ان کا ہے۔ ایک کہتی میرا ہے اور دوسری کہتی میرا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ وہ اس مقدمہ کا کس طرح فیصلہ کریں۔ آخر یہ معاملہ حضرت سلیمان علیہ السلام تک بھی پہنچ گیا جو خود قاضی تھے۔ وہ ان دنوں نوجوان تھے اور بعض دفعہ جوانی میں نئے نئے خیالات سوجھ جاتے ہیں۔ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ برا نہ منائیں تو یہ مقدمہ میرے سپرد کر دیں۔ مَیں اس کا بڑی آسانی سے فیصلہ کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے مقدمہ ان کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے بھی پہلے کوئی گواہی معلوم کرنی چاہی مگر جب کوئی گواہی معلوم نہ ہوئی تو ان دونوں عورتوں سے کہا بات یہ ہے کہ پہلا لڑکا اگر بھیڑیا کھا گیا ہے تو نقصان دراصل باپ کا ہوا ہے کیونکہ لڑکا اس کا تھا۔ اب صرف ایک لڑکا رہتا ہے اور یہ بھی اسی کا ہے۔ بہتر ہے کہ اس کو بھی قتل کر کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں اور آدھا آدھا تم دونوں میں بانٹ دیا جائے۔ اس طرح تم دونوں برابر ہو جاؤ گی اور کسی کے پاس بھی کوئی بچہ نہیں رہے گا۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ چھری لاؤ۔ مَیں اس بچے کو کاٹ کر ابھی ان دونوں عورتوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دیتا ہوں۔ جب چھری لائی گئی اور آپ دکھاوے کے طور پر

اس بچے کو کاٹنے لگے تو وہ جو اس بچہ کی اصلی ماں تھی چلّا اٹھی کہ بچے کو نہ ماریں۔ مَیں نے دراصل جھوٹ بولا تھا بچہ میرا نہیں بلکہ اس کا ہے اور دوسری کہنے لگی انصاف یہی ہے کہ بچے کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے۔ یہ دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بچے کو اٹھایا اور اس عورت کی گود میں ڈال دیا جس نے کہا تھا کہ یہ میرا بچہ نہیں مَیں نے جھوٹ بولا تھا اور جس نے کہا تھا بچے کو کاٹ کر نصف نصف کر دیا جائے اس کے خلاف فیصلہ دیا۔

تو سچے خیر خواہ کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے نقصان کو برداشت کر لیتا ہے مگر جس سے محبت ہوتی ہے اس کے متعلق یہ پسند نہیں کر سکتا کہ اسے کوئی تکلیف پہنچے۔ اسی طرح ہم ملک اور حکومت کے خیر خواہ ہیں مگر اس قسم کے حکام ملک اور حکومت کے بد خواہ ہیں۔ اس وقت ہمارا کام یہی ہے کہ ہم کہہ دیں کہ ہمارا کوئی حق نہیں انہی کا حق ہے کہ جلوس نکالیں، انہی کا حق ہے کہ کلہاڑیاں، تلواریں اور چھریاں لے کر جلوس نکالیں اور انہی کا حق ہے کہ کلہاڑوں، تلواروں اور چھریوں کو ہلاتے ہوئے احمدی آبادی میں سے گزریں۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم لڑائی کے ختم ہونے تک اس قسم کے تمام جھگڑوں کو بالائے طاق رکھ دیں کیونکہ بنی نوع انسان کی ہمدردی اس بات کا تقاضا کرتی ہے اور خدائی جماعتوں سے بڑھ کر ہمدردی اور کسی میں نہیں ہو سکتی۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے دنیا میں اس لئے کھڑا کیا ہے کہ ہم سب سے بڑھ کر بنی نوع انسان کی ہمدردی کا نمونہ دکھائیں اور ہم انگلستان کے اس سے بھی زیادہ خیر خواہ ہوں جتنا ایک انگریز انگلستان کا خیر خواہ ہو سکتا ہے اور ہم ہندوستان کے اس سے بھی زیادہ خیر خواہ ہوں جتنا کوئی دوسرا ہندوستانی ہندوستان کا خیر خواہ ہو سکتا ہے۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہر انسان تسلیم کرے گا کہ دنیا کے سچے خیر خواہ ہم ہیں اور یہ کہ ہم اگر سگی ماں ہیں تو وہ سوتیلی ماں ہیں۔ کیونکہ ہم ہی ہیں جو فساد نہیں ہونے دیتے اور امن کو ہر حالت میں قائم رکھتے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے اس رویہ سے بعض نادان حکام یہ خیال

کر لیں گے کہ اب جو کچھ ان کی مرضی میں آئے وہ کر سکتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ ایسا کب تک کرتے چلے جائیں گے۔ یہ دنیا نہ پنجاب کے وزراء کے قبضہ میں ہے نہ پنجاب کے گورنر کے قبضہ میں ہے، نہ وائسرائے کے قبضہ میں ہے، نہ وائسرائے کی کونسل کے قبضہ میں ہے، نہ انگلستان کے قبضہ میں ہے نہ انگلستان کی پارلیمنٹ کے قبضہ میں ہے۔ اسی طرح نہ انگلستان کے بادشاہ کے قبضہ میں ہے نہ جرمنی کے قبضہ میں ہے اور نہ اٹلی کے قبضہ میں ہے بلکہ یہ اس خدا کے قبضہ میں ہے جو آسمان و زمین کا مالک ہے اور جس کی مُٹھی میں دنیا کی ہر چیز ہے۔ وہ ہمارے صبر کو آسمان پر سے دیکھے گا اور ہمیں اس صبر کی جزا دے گا۔ مگر جس دن ہمارا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا جس دن اس نے سمجھا کہ حکام ہمارے صبر سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں اس دن وہ انہیں آسمانی ہتھیاروں سے خود ہی مروڑ کر رکھ دے گا۔ پس تم گھبراؤ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو کیونکہ اس وقت صرف انگریزوں کی ہستی ہی نہیں، صرف ہندوستان کی ہستی ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کی ہستی خطرہ میں ہے۔ اگر تم روپیہ سے مدد دینے کی طاقت رکھتے ہو تو روپیہ سے مدد دو۔ اگر فوج میں بھرتی ہو سکتے ہو تو فوج میں بھرتی ہو جاؤ اور اگر ان دونوں طریقوں میں سے کسی طریق پر بھی عمل نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ سے اس جنگ کے بُرے اثرات کے دور ہونے کی دعائیں کرو اور خوب کرو۔ باقی رہے ایسے حکام سو ان کو یا تو ان کے حال پر چھوڑ دو یا پھر خود کوئی قدم اٹھانے کی بجائے ان کے متعلق بھی دعا کرو کہ یا تو خدا تعالیٰ ان کے دلوں کو بدل کر ان کی اصلاح کر دے یا پھر جس طرح خداتعالیٰ کا عذاب آتا ہے تو وہ اَعِزَّۃ کو اَذِلَّۃ بنادیتا ہے اورجو لوگ تکبر سے اکڑا کڑ کر چلتے ہیں ان کے لئے اپنی کمر سیدھی کرنی بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ ان کے ساتھ سلوک کرے۔

پس یہ مت خیال کرو کہ تمہارا صبر رائیگاں جائے گا۔ اسی طرح حکام یہ مت خیال کریں کہ وہ ہم پر ظلم کر کے سُکھ پا سکتے ہیں۔ ہم ان سے بے انصافی

نہیں چاہتے، ہم ان سے کسی غیر پر ظلم کرنے کا مطالبہ نہیں کرتے ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم سے بھی وہی سلوک کرو جو تم غیروں سے کرتے ہو اور اگر اس مطالبہ کے بعد بھی وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں تو تم مت گھبراؤ اور تسلی رکھو کہ ہم سب کے سروں پر ایک اور عظیم الشان بادشاہ موجود ہے اور وہ اتنا بڑا بادشاہ ہے کہ اس کے سامنے یہ دنیوی حکام اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتے جتنی ایک نوکر آقا کے سامنے رکھتا ہے۔وہ خود ان سے بدلہ لے گا اور ایسا لے گا کہ یہ تو کیا ان کی اولادیں تک بھی اس کی چوٹ کی شدت سے چلّائیں گی۔

پس یہ ایک ضروری بات تھی جس کے متعلق خطبہ میں مَیں نے جماعت کو ہدایت دینا مناسب سمجھا کیونکہ جماعت کے افسر جو مجھ سے ملتے ہیں ان کی طبیعت میں بھی مَیں جوش دیکھتا ہوں اورلوگوں کے متعلق بھی میں محسوس کر رہا ہوں کہ ان کی طبائع میں جوش ہے۔میں ان سب سے کہتا ہوں کہ یہ جوش دکھانے کا وقت نہیں تم اس وقت اپنے دانتوں تلے زبان دے کر بیٹھ جاؤ اور اپنی ساری طاقت موجودہ جنگ میں فتح حاصل کرنے کے لئے صرف کر دو۔جو مال دے سکتا ہے وہ مال دے اور جو فوج میں بھرتی ہو کر یا والنٹیرز دے کر مدد کر سکتا ہے وہ فوج میں بھرتی ہو کر اور والنٹیرز بہم پہنچا کر مدد کرے۔اگر ان امور کی طرف توجہ کرنا ضروری ہوًا تو جنگ کے بعد دیکھا جائے گا۔کہتے ہیں یار زندہ صحبت باقی۔یہ وزراء بھی ابھی باقی ہیں، حکام بھی ابھی باقی ہیں اور افسر بھی ابھی باقی ہیں۔اور ہم بھی خداتعالیٰ کے فضل سے باقی ہوں گے بلکہ ہم تو ہر سال پہلے سے زیادہ طاقتور ہوتے چلے جائیں گے مگر موجودہ وقت شور کرنے کا نہیں۔اگر اس وقت بعض حکام تمہارا حق غصب بھی کرتے ہیں تو جس طرح اس ماں نے کہہ دیا تھا کہ میرا بچہ نہیں اسی طرح تم بھی کہہ دو کہ ہمارا کوئی حق نہیں۔" (الفضل 9فروری 1941ء)